سید منظور الحسن

کشمیر کا مسئلہ ـــــ جناب جاوید احمد غامدی کا موقف

[''دنیا''ٹی وی کے پروگرام ''علم وحکمت ـــ غامدی کے ساتھ'' میں جناب جاوید احمد غامدی کی گفتگو سے ماخوذ]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کشمیر کے مسئلے میں صحیح لائحۂ اختیار کرنے کے لیے اُس تبدیلی کو سمجھنا ضروری ہے جو دنیا کے سیاسی فکر میں رونما ہو چکی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک یہ تصور تھا کہ سیاسی نظم بزورِ طاقت وجود میں آتا ہے اور حاکم اور محکوم کے تعلق کی صورت میں کارفرما ہوتا ہے۔ ریاستیں اور حکومتیں اِسی اصول پر قائم ہوتی ہیں اور اپنے دوام اور استحکام کے لیے اِسی کو بروے کار لاتی ہیں۔ یعنی لوگ اٹھتے ہیں، طاقت جمع کرتے ہیں اور تلوار یا بندوق کے زور پر دوسروں کو اپنا محکوم بنا لیتے ہیں۔ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں اِسی تصور کے تحت وجود میں آتی رہی ہیں، یورپی حکومتیں اِسی طرز پر قائم ہوئی ہیں، مسلمانوں نے بھی بہت سے علاقوں پر اِسی طریقے سے حکومت کی ہے اور ہندوستان میں مغلوں اور انگریزوں کی حکومتیں بھی اِسی اصول کا نتیجہ ہیں۔

یہ تصور اب تبدیل ہو گیا ہے۔ اِس کی جگہ حق خودارادی اور جمہوریت کے تصورات نے لے لی ہے۔ یہ دو باتیں بطور اصول تسلیم کر لی گئی ہیں کہ قوموں کو حق خودارادی حاصل ہے اور سیاسی نزاعات کا فیصلہ جمہوری طریقے سے ہو گا۔ حق خودارادی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی خطۂ ارض کے لوگ زبان، نسل، علاقے، ثقافت، مذہب یا کسی اور اشتراک کی بنا پر اپنے منفرد قومی تشخص کا مطالبہ کریں تو اُنھیں ایک قوم کے طور پر قبول کیا جائے گا۔ یہ تسلیم کیا جائے گا کہ وہ اپنے سیاسی فیصلوں میں خودمختار ہیں۔ چنانچہ اگر وہ چاہیں گے تو اپنی ریاست سے علیحدگی اختیار کر سکیں گے،

کسی دوسری ریاست سے الحاق کر سکیں گے یا اپنی الگ ریاست قائم کر سکیں گے۔ جمہوری طریقے سے مراد یہ ہے کہ قومی اور بین الاقوامی سطح کے تمام سیاسی معاملات لوگوں کی رائے سے طے ہوں گے۔

اِن اصولوں کو اب عالمی مسلمات کی حیثیت حاصل ہے۔ عملی طور پر اگرچہ بہت پیش رفت نہیں ہوئی، لیکن فکری لحاظ سے یہ بات مان لی گئی ہے کہ حاکم اور محکوم کا تعلق ختم ہو چکا ہے۔ اب جو حکومتیں قائم ہوں گی، وہ جمہوری اصول پر چلیں گی اور اگر کسی جگہ کوئی قوم حق خود ارادی کا مطالبہ کرے گی تو استصواب رائے کے ذریعے سے اُس کے منشا کو نافذ کر دیا جائے گا۔

اِس تناظر میں جب ہم کشمیر کے مسئلے کو دیکھتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ اب اِس مسئلے کو تقسیم ہند کے تاریخی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اِس کو اُس تبدیلی کی روشنی میں دیکھنا چاہیے جو اِس وقت دنیا میں آ چکی ہے۔ اب فیصلے کی بنیاد تاریخی شہادت نہیں، بلکہ یہ سوال ہے کہ کیا اہل کشمیر خود کو ایک قوم سمجھتے ہیں اور کیا وہ اِس حیثیت سے اپنا حق خود ارادی استعمال کرنا چاہتے ہیں؟ اِس سوال کا جواب اگر اثبات میں ہے تو پھر اُن کا یہ حق ہے کہ اُنھیں جمہوری طریقے سے اپنا سیاسی فیصلہ خود کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کشمیریوں کی ستر سالہ جدوجہد اور بے پناہ قربانیوں کے بعد اب اِس معاملے میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اُن کی ایک بہت بڑی اکثریت ہندوستان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ گذشتہ سات عشروں میں اُنھوں نے دنیا کو یہ بتایا ہے کہ وہ الحاق کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا اب یہ بحث بالکل بے معنی ہے کہ مہاراجہ ہری سنگھ الحاق کا مجاز تھا یا نہیں تھا، الحاق کی دستاویز صحیح تھی یا غلط تھی، انگریز حکمرانوں کا کردار جانب دارانہ تھا یا غیر جانب دارانہ تھا۔ یہ سب باتیں غیر متعلق ہیں، کیونکہ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ الحاق کے معاملات ویسے ہی تھے جیسے کہ بھارت کا دعویٰ ہے تو اِس کے نتیجے میں کشمیریوں کا حق خود ارادی سلب نہیں کیا جا سکتا۔ جب ایک قوم ستر سال سے علیحدگی کا مطالبہ کر رہی ہے تو پھر اِس کے بعد نہ کسی تاریخی استدلال کی گنجایش باقی رہتی ہے اور نہ کسی دستاویزی شہادت کی۔ حق خود ارادی اُن کا پیدایشی حق ہے اور اِس کے لیے اُن کی جدوجہد ایک مشہود حقیقت بن چکی ہے۔ جب صورت حال یہ ہے تو دنیا کے ضمیر کو بھی بیدار ہونا چاہیے، بھارت کے ضمیر کو بھی جاگنا چاہیے اور پاکستان کو بھی اپنے ضمیر کی آواز بلند کرنی چاہیے۔

دنیا کو اِسے دو ملکوں، یعنی بھارت اور پاکستان کے باہمی تنازعے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک عالمی مسئلے کی حیثیت سے دیکھنا چاہیے۔ یہ ماننا چاہیے کہ حق خود ارادی کشمیریوں کا بنیادی حق ہے۔ یہ وہ حق ہے جو انسانوں کو اُن کی پیدایش کے ساتھ ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اِس حق کو اب انسانیت کے اجتماعی ضمیر نے تسلیم کر لیا ہے۔ اِس کی خلاف ورزی

نہیں ہونی چاہیے اور اگر کوئی خلاف ورزی کر رہا ہے تو اُس کے خلاف ہر سطح پر آواز اٹھانی چاہیے۔ اقوام عالم کو اِس بات کا ادراک کرنا چاہیے کہ حق خودارادی کے معاملے میں عالمی ضمیر دو اقدار کے باہمی تصادم کا شکار ہے۔ ایک جانب وہ قوموں کے حق خودارادی کا علم بردار ہے اور دوسری جانب اُن کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ دونوں اقدار باہم متضاد ہیں۔ اِنھیں بیک وقت قبول کرنے سے فکری تضاد جنم لیتا ہے اور حق خودارادی کی پرزور حمایت ممکن نہیں رہتی۔ چنانچہ اِس امر کی ضرورت ہے کہ اقوام متحدہ ایسا طریقۂ کار وضع کرے کہ جس کے نتیجے میں نہ کسی قوم کو اپنا حق مانگنے میں کوئی رکاوٹ پیش آئے اور نہ اقوام عالم کو اُس کی حمایت میں کوئی تردد لاحق ہو۔ یعنی اگر قومیت کے معیار پر پوری اترنے والی کوئی قوم کسی ملک سے علیحدگی، کسی ملک سے الحاق یا اپنی آزادی و خودمختاری کا تقاضا کرے تو اُسے روبہ عمل کرنے کے لیے باقاعدہ نظام موجود ہو۔ مطالبے سے لے کر استصواب تک اور استصواب سے لے کر نتائج کے نفاذ تک ایک معلوم اور متعین لائحۂ عمل ہو۔ مثال کے طور پر امریکا کے قانون میں یہ طے کر لیا گیا ہے کہ اگر کسی ریاست کے لوگوں کی معین تعداد وفاق سے علیحدگی کا مطالبہ کرے گی تو ایک مخصوص طریقۂ کار کے مطابق استصواب رائے کے ذریعے سے اِس کا فیصلہ کر لیا جائے گا۔

بھارت کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ یہ حاکم اور محکوم کا دور نہیں ہے۔ اب کسی قوم کے حق خودارادی کو تسلیم نہ کرنا قابل فخر نہیں، قابل مذمت ہے۔ وہ زمانہ بدل گیا ہے جب ایک قوم کے دوسری قوم کو محکوم بنا لینے کو بڑا کمال سمجھا جاتا تھا۔ کشمیریوں کی ستر سالہ جدوجہد کو دنیا کی نظروں سے اوجھل نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اُس کا دنیا کو یہ تاثر دینا محض خودفریبی ہے کہ یہ کشمیریوں کی قومی جدوجہد نہیں، بلکہ اِس کا دائرہ چند مخصوص گروہوں تک محدود ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو پچاس لاکھ کی آبادی کے ایک ملک میں سات لاکھ فوج رکھنے کے کیا معنی ہیں۔ اُسے سمجھنا چاہیے کہ اِس دور میں بندوقیں چلا کر، گولیاں برسا کر، سینوں پر سنگینیں رکھ کے، لوگوں کی بینائی ختم کر کے زیادہ دیر تک حکومتیں نہیں چلائی جا سکتیں۔ اگر لوگوں کی رائے کی بنیاد پر کانگریس اور بی جے پی کو حکومت دینا درست ہے تو کشمیریوں کا معاملہ اُن کی رائے سے طے کرنا کیسے غلط ہے۔ بھارت کے ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، عالموں اور پنڈتوں کے ضمیر کو بھی بیدار ہونا چاہیے۔ اُنھیں اپنے حکمرانوں کی غلط روش کی پیروی کرنے کے بجاے اُن کو بتانا چاہیے کہ اٹوٹ انگ کا زمانہ اب گزر گیا ہے۔ اب حق خودارادی اور جمہوریت کا دور ہے۔ اُنھیں سمجھانا چاہیے کہ اگر پاکستان کا ہندوستان سے الگ ہونا جائز ہے اور بنگلہ دیش کا پاکستان سے الگ ہونا ایک حقیقت ہے تو کشمیریوں کا مطالبہ بھی بالکل بجا ہے۔ طاقت کا استعمال اِس طرح کے مسئلے کا حل نہیں ہے، اِس کے نتیجے میں دہشت گردی جنم لیتی ہے۔ لہٰذا مسئلے کو طاقت

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سے حل کرنے کے بجاے جمہوری طریقوں سے حل کرنا چاہیے اور جو بھی نتیجہ نکلے اُسے خلوص نیت سے قبول کرنا چاہیے۔

پاکستان کو بھی حق خود ارادی کو بطور اصول اختیار کرنا چاہیے۔ یہ اصول جس طرح ہندوستان کے لیے ہے، اُسی طرح پاکستان کے لیے بھی ہے۔ لہٰذا اُس کے اندر بھی اگر کوئی قوم قومیت کے اجزا پورے کرنے کے بعد اِس طرح کا مطالبہ کرتی ہے تو اُسے بھی خوش دلی سے استصواب کا موقع فراہم کرنا چاہیے۔ کشمیر کے معاملے میں اُس کا یہی موقف ہونا چاہیے کہ کشمیر کے مسئلے کو کشمیریوں کے منشا کے مطابق حل کیا جائے۔ اُسے اِس معاملے کو ایسے نہیں دیکھنا چاہیے کہ یہ ہمارا اور بھارت کا سرحدی تنازع ہے جسے دو ملکوں کو آپس میں طے کرنا ہے۔ بندر بانٹ کا یہ اصول کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ کشمیر کا مسئلہ بنیادی انسانی حقوق کا مسئلہ ہے اور اِس میں فیصلہ کن حیثیت نہ بھارت کو حاصل ہے، نہ پاکستان کو، نہ مہاراجہ ہری سنگھ کے کسی فیصلے اور نہ الحاق کی کسی دستاویز کو۔ فیصلہ کن حیثیت کشمیر کے لوگوں کو حاصل ہے۔ وہ اگر بھارت سے الحاق قائم رکھنا چاہتے ہیں تو پاکستان کو اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے، وہ اگر پاکستان سے الحاق کرنا چاہتے ہیں تو اُسے بھارت کو قبول کرنا چاہیے اور وہ اگر اپنی الگ ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں تو بھارت اور پاکستان، دونوں کو اِسے تسلیم کرنا چاہیے۔ اِس معاملے میں پاک بھارت مذاکرات صرف اِس ایک نکتے پر ہونے چاہییں کہ کشمیریوں کی راے حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔

اب جہاں تک اہل کشمیر کا تعلق ہے تو اُن کا یہ فطری حق ہے کہ اُن کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ اُن کی خواہش کے مطابق کیا جائے۔ تقسیم ہند کے موقع پر اُنھیں یہ حق ملنا چاہیے تھا، مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو سکا۔ جب ایسا نہیں ہو سکا تو اُن کے سامنے دو ہی راستے تھے: ایک یہ کہ وہ حالات کے جبر کو قبول کرتے ہوئے بھارت کے قومی دھارے میں شامل ہو جائیں اور دوسرے یہ کہ حق خود ارادی کے حصول کے لیے جدوجہد کا آغاز کریں۔ اِن دونوں راستوں کے اپنے اپنے تقاضے، اپنی اپنی مشکلات اور اپنے اپنے ثمرات تھے۔ کشمیریوں نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا اور آج تک اُسی پر گام زن ہیں۔ ستر سال کی مسلسل جدوجہد کے باوجود چونکہ ابھی تک منزل کے آثار واضح نہیں ہوئے، اِس لیے آج بھی اُن کے سامنے یہی دو راستے ہیں۔ اِن میں سے اُنھیں وہی راستہ اختیار کرنا چاہیے جو اُن کے قومی مفاد کے عین مطابق ہو۔ اگر اُن کی ترجیح پہلا راستہ ہے تو پھر اُنھیں الحاق کو مثبت طور پر قبول کرتے ہوئے بھارت کے قومی وجود کا اُسی طرح حصہ بن جانا چاہیے جس طرح سکھ، تامل یا بعض دوسری قوموں کو بننا پڑا ہے۔ اگر وہ یہ راستہ اختیار کرتے ہیں تو اُنھیں ساری توجہ اپنی آیندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت اور معاشی خوش حالی کی طرف مبذول کر دینی چاہیے اور اپنی جدوجہد کو اُن حقوق کے حصول تک محدود کر لینا چاہیے جو بھارت کے آئین اور قانون کی رو سے اُنھیں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اِس کے برعکس اگر وہ حق خودارادی کی جدوجہد کو جاری رکھنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو پھر اُنھیں ایک دفعہ رک کر اپنی خامیوں اور کمزوریوں کا جائزہ لینا چاہیے اور اُس کی روشنی میں اپنے لائحۂ عمل کو از سرِ نو ترتیب دینا چاہیے۔ اِس ضمن میں تین باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں:

پہلی یہ کہ وہ اپنی ایک قیادت پیدا کریں اور تمام گروہی اختلافات کو ختم کر کے ایک نمایندہ سیاسی جماعت کی صورت میں اپنے آپ کو منظّم کریں۔ جب وہ ایک قیادت کے تحت مجتمع ہوں گے تو اُن کی صفوں میں اتحاد قائم ہوگا اور وہ ایک آواز ہو کر زیادہ موثر طریقے سے دنیا کے سامنے اپنا موقف پیش کر سکیں گے۔ اِس بات کو اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ اُنھیں اپنا قائداعظم پیدا کرنا چاہیے اور وہی لائحۂ عمل اختیار کرنا چاہیے جو محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ نے اختیار کیا تھا۔ اِس کے بعد کامیابی کے امکانات بہت روشن ہو سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ حق خودارادی کی بنا پر پرامن جہدوجہد کا طریقہ اختیار کریں۔ قوموں کی تقدیر کے فیصلے اشتعال انگیزی سے نہیں، پرامن سیاسی جدوجہد سے ہوتے ہیں۔ اُنھیں عدم تشدد کی بنا پر خالص سیاسی جدوجہد تک محدود رہنا چاہیے۔ اپنی جدوجہد کو نہ مذہبی رنگ دینا چاہیے اور نہ انتہا پسندانہ طریقے اختیار کرنے چاہییں۔ وہ دنیا کے ہر فورم پر جائیں اور اقوام عالم کی اخلاقی حمایت حاصل کریں۔ اپنی جنت نظیر دھرتی کو امن کا ایسا گہوارہ بنائیں کہ دنیا بھر کے سیاح اُس کا رخ کریں اور کشمیری قوم کی حمایت کے جذبے سے سرشار ہو کر واپس لوٹیں۔ وہ اگر یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں تو بہت جلد دنیا کی اکثریت ان کے ساتھ آ کر کھڑی ہو جائے گی اور خود بھارت کے اندر اُن کے ہم نوا پیدا ہو جائیں گے اور بالآخر، اگر اللہ نے چاہا تو اُن کی جدوجہد نتیجہ خیز ہوگی۔

تیسری بات یہ ہے کہ اُنھیں اپنی تمام جدوجہد کو صرف ایک مطالبے پر مرتکز کر دینا چاہیے اور وہ ہے استصواب رائے۔ دنیا کچھ بھی کہے، بھارت جو بھی ہنگامہ کرے اور پاکستان جیسی بھی پیش کش کرے، اُنھیں اپنے اِس مطالبے سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org